"Knowledge Scholar"
An International Peer Reviewed Journal Of Multidisciplinary Research
Volume: 02, Issue: 01, Jan. – Feb. 2015 **eISSN NO. 2394-5362**

امیر حسن سجزیؒ حیات اور ادبی خدمات ایک تحقیقی مطالعہ

Ameer Haan Sajzi Hayat aur Adbi Khidmaat Ek Taheqhikhi Mutalla

Dr. Farheen Jahan
Lecturer
Chishtiya College of Arts & Science
Khuldabad, Dist. Aurangabad.
Maharashtra, India

بندیئ کمترین نے جب آنکھ کھولی تو اپنے ولی نعمتوں اور بزرگوں کی علم نوازی اور بے شمار ہمت افزا داستانیں سنی'اور ایسی فضا میں پرورش پائی ہے جو اہل دل اور اربابِ علم و فضل کی عقیدت اور عظمت سے مملو تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں ابتداء سنِ شعور سے حضرات صوفیہ اور اربابِ علم و فضل کی دل و جان سے شیفتہ و فریفتہ ہوں۔ اور ان حضراتِ صوفیہ کی تعظیم و تکریم اور خدمت و عظمت جس طرح اور جس حد تک ہو سکے اپنے لئے سعادت دارین کا ذریعہ تصور کرتی ہوں۔ ان صوفیائے کرام نے اس ظلمت کدہ ہند کو اپنے علم کی روشنی سے منور کیا۔ صوفی اور ان کے مشن پر بات کرنے سے قبل ہمیں لفظ صوفی پر غور کرنا ہوگا۔

*صوفی:۔

صوفی" دراصل نام ہے اس شخص کا جو صوف کے کپڑے پہنتا ہے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ لفظ " صوفی صفا سے مشتق ہے۔ صوفی وہ شخص ہوتا ہے جو ملک و ملت سے بے نیاز اور مذہب و اخلاق کا بڑا عالم

ہو۔ محققین نے لفظ صوفی سے بحث کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا ہے۔ اس ضمن میں مشہور و معروف صوفی ابو نسر سراج اپنی تصنیف "کتاب اللمع" میں تحریر کرتے ہے کہ------

"اونی کپڑے پہننے کی وجہ سے صوفی کہلائے یہ اس لئے کہ بھڑوں کی اون کے

کپڑے پہننا ولیوں، صوفیوں اور پیغمبروں جیسے با مرتبہ لوگوں کی پہچان ہے۔"

حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی لفظ "صوفی" کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں کہ

"مشرق و مغرب میں مذہب اسلا م میں لفظ صوفی وہی لوگوں کے لئے

استعمال ہوتا تھا جو صوف کے کپڑے پہنتے تھے یعنی اونی کپڑے پہننے والے

کوصوفی کہا جانے لگا۔"

بین السطور بحث میں ہمارے لئے لفظ "تصوف" پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہو گیا ہے کیونکہ جہاں پر "صوفی" ہے وہاں "تصوف" بھی لازم و ملزوم ہے۔

"تصوّف" کے لغوی معنی صوفیوں کا عقیدہ "علمِ معرفت" دل سے خواہشوں کو دور کر کے خدا کی طرف دھیان لگانا،تزکیہ نفس کا طریقے کے ہیں۔

جنیدبغدادیؒ اس ضمن میں فر ماتے ہیں کہ:

"تصوّف کی بنا آٹھ خصائل پر ہیں جوآٹھ پیغمبروں کی اقتداء ہے جن میں

ابراہیم علیہ السلام،اسماعیل علیہ السلام ایوب علیہ السلام،زکریہ علیہ السلام ،

"یحییٰ علیہ السلام، مو سیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ۔

نکلسن نے تصوّف پر اپنی بحث کا آغاز معرف کرخی کے اس مقولے سے کیا ہے:

"تصوّف ماو رائی حقائق کے ادراک کا نام ہے۔"

*تصوف کی تعریف:۔

تصوف کی سادی سی تعریف یہ ہے کہ انسان کی سوچ اور اس کا عمل اللہ سے محبت کی بنیاد پر ہو، اللہ کی رضا پر راضی رہے، صبر سے کام لے اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرے۔ حضرت ابو الحسن سیّد علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ فر ماتے ہیں-----

"دل کا صرفاللہ کی طرف رجوع کرنا اوردُنیا

کی جہت سے خالی ہوجانا تصوّف ہے"۔

تصوف ان باطنی احوال و کیفیات کا نام ہے جسے احاطہٴ تحریر میں لانا نہایت مشکل عمل تھا اگر صوفیائے کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود اپنی قلبی واردات و حال کی ترجمانی کے لئے زبان و قلم کا سہارا نہ لیتے تو تصوف آج بھی سرِ دلبراں ہوتا۔

بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی-----

"تصوف مذہب کی روح اور زندہ خدا سے زندہ رابطہ کرنے یا اسے اپنے باطن کی

گہرائیوں میں مشاہدہ کرنے کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان تمام مخلوقاتِ خدا

http://www.ksijmr.com

وندی سے محبت کرنے لگتا ہے خصوصاً انسانوں کی ہر طرح کی تعریف اور امتیازات

کو ختم کرکے انھیں پیار کرنے لگتا ہےجیسے علامہ اقبالؒ نے فر مایا ہے ؎

بندہئ عشق ازخد ا گیر و طریق"

می شود بر کا فرو مومن شفیق"۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ مولوی ظاہری آنکھ سے دُنیا کو دیکھتا ہے اور صوفی باطن کی آنکھ سے ہندوستان میں ان مسلمان در ویشوں نے پُر خطر اور دشوار گذار راستوں اور سر با فلک پہاڑیوں اور لق و دق بیابانوں کو طئے کر کے ایسے مقامات پر اسلام کو پہنچایا جہاں مسلمانوں کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا جہاں ان کے پاس دلوں کو کھینچنے کا سامان تھا تو دوسری طرف ان کے عظیم اخلاق۔انھیں درویشوں میں ایک نام حضرت خواجہ نجم الدین امیر حسن علاء سجزیؒ کا صفحہئ قرطاس پر ابھرتا ہیں جو کوہ ہائے دولت آباد کی پہاڑی "روضہ" موجودہ "خلد آباد"میں مدفون ہیں۔

اگر ہم کتب تواریخ کی ورق گردانی کریں تو ہم اس بات سے آشنا ہو جاتے ہے کہ یہ وہی
دولت آباد ہے جسے دورِ قدیم میں دہلی کا ہم پلّہ قرار دیا گیا تھا۔ اور خلد آباد اس وقت گوشہئ گمنامی میں پنہاں تھا۔خاندانِ چشت کے ایک ممتاز بزرگ جن کا نام منتجب الدین زر۔زری۔زر بخشؒ ہے جب سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء صاحب نے انھیں صاحبِ ولایت مقرر کرکے کثیر جماعت سے روانہ کیا۔ اور حضرت منتجب الدینؒ صاحب دہلی سے یہاں پہنچے تو یہاں کی سرزمین انھیں پسند آئی اور ہمسفروں کے ساتھ اسی مقام پر ہمیشہ کے لئے مقیم ہوگئے جب منتجب الدین صاحب کا جامہئ حیات بادۂ ممات سے لبریز ہوا مریدوں اور ارادت مندوں نے تجہیز و تکفین کے بعد قبر پر گنبد تعمیر کروائی اِس غیر آباد تختے پر عمارت نو تعمیر شدہ نے اطراف و اکناف "میں اس قدر جلد شہرت حاصل کی چند ہی روز میں کثرت استعمال سے وہ مقام ہی روضہ مقرر ہوگیا۔

حضرت عالمگیر اورنگ زیب غازی ؒ کا جب ۸۱۱۱ھ م ۷۰۷۱ء میں احمد نگر میں انتقال ہوا تو حسبِ وصیّت وہ حضرت خواجہ زین الدین شیرازی عرف بائیس خواجہ ؒ کے مقبرے کے صحن میں دفن کیے گئے اور "خلدِمکاں" کے نام سے ملقب ہوئے۔ اسی وقت سے یہ قصبہ خُلد آباد کے نام سے موسوم ہوا غرض اس آبادی کا پہلا نام روضہ اور دوسرا نام خُلد آباد ہے۔

تاریخ ماثرالامراء میں حمید الدین خان پسر سردار خان نبیرہ باقی خان کے ذکر میں لکھا ہیکہ جب شاہ محی الدین اورنگ زیب غازیؒعالمگیر احمد نگر میں ۸۲ ذی قعدہ ۸۱۱۱ھ م ۷۰۷۱ء جمعہ کی صبح پچاس برس دو ماہ اٹھائیس روز سلطنت کرکے ۱۹ برس ۳۱ روز کی عمر میں دنیا سے کوچ کیا مغفور وصیّت کے مطابق حضرت سیّد زین الدین شیرازی عرف بائیس خواجہ ؒ کے مقبرے کے صحن میں دفن کئے گئے ا ور "خلدمکاں" سے ملقب ہوئے اور اسی وقت سے روضہ "خلد آباد" موسوم ہوا۔تاریخ فرشتہ اس شہر کا نام "باغِ روضہ"بھی تحریر کرتا ہے۔

تغیر وقت کا تقاضہ ہے ماہ و سال کی تبدیلیوں پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو جو دہندوستان اوردکن کی تاریخ وجود میں آتی ہے وہ یہ کہ ۴۹۲۱ء میں علاؤ الدین خلجی نے دیو گیری، دولت آباد پر حملہ کرکے یہاں کے راجا رام دیورائے کو شکست دے کر صلح کرنے پر مجبور کیا اور اس کے بعد علاؤ الدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے دہلی سے دکن وارد ہو کر تمام دکن اور ہندوستان کو اپنے قلمرو میں شامل کر لیا۔ پھر علاؤ الدین خلجی کے بعد دہلی پر تغلق خاندان کا تسلّط قائم ہو گیا۔ محمد بن تغلق نے دہلی کی راجدھانی دولت آباد۷۲۳۱ء میں منتقل کر دیا اس لشکر میں شاہی خاندان کے ساتھ ساتھ دہلی کی تمام عوام جن میں امیر،غریب،اعلیٰ ادنیٰ،فقراء،فضلاء غرض ہر طبقے کے افراد مو جود تھے۔

یہ تاریخی کروٹ دولت آباد و خُلد آباد کے لئے فالِ نیک ثابت ہوئی ا س لشکر کے ساتھ بزر گانِ دین و عار فان کی آمد ہوئی جن میں شاہ راجو قتّال حسینیؒ،حضرت زین الدین شیرازیؒ،امیر حسن سجزیؒکاشانی برادارا ن مع خاندان کے فو قیت رکھتے ہیں۔

*امیر حسن اور ان کے والد کا نام:۔

بعض مولفین نے حسن کا نام جلال الدین بھی لکھا ہے۔ مگر اتفاق اسی پر ہے کہ ان کا نام نجم الدین حسن تھا۔اسی کا آخری جز لے کر خود انھوں نے یا ان کے اساتذہ نے ان کا تخلص قرار دیا۔ اور ان کے حُسن انتخاب اور حُسن نیت سے ایسا چمکا کہ صدیوں گذر جانے اور زمانے کے سینکڑوں پلٹے کھانے کے بعد بھی فارسی کی ادبی دُنیا میں ابھی تک نہایت ہی آب و تاب کے ساتھ روشن ہے۔

فوائد الفواد“ کے دیباچہ میں انھوں نے خود اپنے آپ کو ”حسنؔ علاء سجزی“ لکھا ” ہے۔ یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ ”علا“ سے کیا مراد ہے اور دوسرا لفظ ”سجزی“ یا ”سنجری“ہے اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔

مولانا شاہ عبد الحق صاحب ”اخبار الاخیار“ اور شاہ نواز خان صاحب”تذکرہ بہارستان“ نے ”علا“ کو ان کے والد کا نام قرار دے کر اس بحث کو مختصر کر دیا ہےلیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ علاؤ الدین یا کسی دوسرے لفظ کا اختصار ہے یا ان کا نام صرف اسی قدر تھا۔

اسپرؔنگر جس نے اودھ کے کتب خانہئ شاہی کی کتابوں کی فہرست نہایت محنت سے مرتب کی ہے‘ ان کے والد کا نام صاف طور سے ”علاؤ الدین“لکھا ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے پاس اس کی کوئی سند بھی تھی یا محض”علا“ کو علاؤ الدین کا اختصار سمجھ کر ایسا لکھ دیا۔ دوسرا لفظ یہاں ”سجزی“ یا ”سنجری“ قابل بحث ہےلفظ ”سنجری“ کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے اس لفظ نے یہ صورت اختیار کر لی ہے

ورنہ فی الحقیقت وہ لفظ "سجزی" ہے جو "سگزی" کی شکل ہے۔ "فوائد الفواد" جو امیر حسن سجزیؒ کی جمع کردہ معرکتہ الآراء تصنیف ہے جو دہلی سے شائع ہوئی اس میں صاف طور سے حسن علاء سجزی لکھا ہے۔

نیز دولت آباد جو ممالک محروسہ حیدر آباد دیکن کا ایک مشہور قصبہ اور امیر حسن علاء سجزیؒ کا مدفن ہے وہاں کی عوام الناس میں وہ "حسن شیر" کے نام سے مشہور ہیں ایک غزل میں وہ خود بھی فر ماتے ہیں ؎

"شیر دل خواندن حسنؒ را، لطف بود

نے سگِ خود خواں کہ جا دیگر است"

سینہ بہ سینہ جو روایت چلی آ رہی ہے اور میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہوں ان کا کہنا ہے کہ ہر روز صبح حضرت خواجہ امیر حسنؒ سجزی کی بارگاہِ مبارک کی زیارت کے لئے ایک "شیر" آتا تھا اس لئے انھیں "حسن شیر" کہا جاتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الہیٰؒ نے اپنے مخصوص اور چھتے مریدوں کو بعض اوقات بڑے پیارے ناموں سے یاد فر مایا ہے چنانچہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ کو "ترک اللہ"؛ حضرت خواجہ بابا برہان الدین غریبؒ کو "غریب" کہہ کر پکارا ہے۔ممکن ہے کہ امیر حسنؒ کو بھی سلطان جی نے ان کے ترک و تجرید کی بناء پر "شیر دل" فر مایا ہو۔ اس بات کی وضاحت ان کے شعر مذکورہ بالا سے ہوتی ہے۔

*امیر حسن کا مولد و منشا:۔

کئی تذکرہ نویسوں نے ان کا مولد دہلی بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ انھوں خاقانی کے قصیدہ پر ایک قصیدہ لکھا ہے ”مجرا داشتہ و مینا داشتہ“ جس میں اپنی نسبت فر ماتے ہیں ؎

ارشاد غیبی مرشدش پرورده فضلِ ایزدش”

“ دہلی است منشا داشتہ بوده بدایوں مولدش

یہ پورا قصیدہ ”دیوان حسنؒ“ میں موجود ہے جو راقم کے زیر نظر ہے۔اس شعر سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا مولد دہلی نہیں بلکہ بدایوں تھا۔ بدایوں اس زمانے میں قبتہ الاسلام کہلاتا تھا۔ اور ایک صوبہ کا صدر مقام۔

*سال پیدائش/ ولادت:۔

حسن کی ولادت ۱۵۶ھ م ۳۵۲۱ء بمقام بدایوں میں ہوئی۔ سر زمین بدایوں کو شروع ہی سے بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔اس کا شمار ہندوستان کے اسلامی تہذیب کے قدیم ترین مر کزوں میں تھا۔ بڑے بڑے عُلماء اورمشائخ اس سر زمین سے اٹھے اور بے شمار فقراء یہاں کے فرش خاک پر ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اسی لئے یہ پیرانِ شہر مشہورہے۔دہلی میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی نجم الدین امیر حسن کی تعلیم کے بارے میں تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ ان کی نظم و نثر کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ان کی علمی استعداد مکمل تھی فارسی کے ساتھ ساتھ عربی میں بھی انہیں مہارت حاصل تھی۔ جس کا ثبوت ان کی کتابیں اور نظم و نثر میں عربی کے بر جستہ فقرے اور مصرعے ہیں۔ دیباچہ ”کلیاتِ حسن“ مرتبہ مسعودحسن محوی نے لکھا ہے کہ نحو عربی میں امیر حسن کی ایک مشہور کتاب ”قواعد النحو“ تھی۔ یہ حسن کی عربی دانی کا ایک بہترین ثبوت ہے۔ یہ ہندوستان کا ایک عظیم المر تبت فارسی گو شاعر اور نثر نگار جو ہندوستان کے فارسی گو شعراء کی صفِ اوّل میں ہے۔ ”سعدی ہند“ کہلاتا ہے۔

*دکن دیوگیری، دولت آباد آمد:۔

ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی اپنی تصنیف ”امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خد مات“ میں رقم طراز ہے کہ ۵۲۷ ہجری ھ م۵۲۳۱ عیسوی ء کا سال امیر حسن کے لئے سخت جا نفر سا ثابت ہوا کیو نکہ اسی سال ان کے پیر و مرشد حضرت محبوبِ الٰہیؒ اور ان کے برادر معنوی اور عزیز ترین دوست امیر خسرونے سفر آخرت اختیار کیا۔ ان دونوں کی جدائی سے امیر حسن پرکیا گذری ہوگی۔

ان جا نکاہ سانحات کے بعد دو سال انھوں نے دہلی ہی میں گذارے اس کے بعد جب ۷۲۷ ہجری ھ میں محمّد شاہ ابن تغلق نے پائے تخت دہلی سے دیو گیر دولت آباد منتقل کیا تو دہلی کے جملہ باشندوں کی طرح نجم الدین امیر حسن کو بھی دیو گیری آنا پڑا۔حسن کے دیو گیری آنے کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ وہ سُلطان المشائخ کی زندگی میں آپ کے ایک خلیفہ بابا بر ہان الدین غریبؒ کے ساتھ سُلطان المشائخ کے ہی حکم سے گئے تھے۔ یہ بات حسن بن

مو سیٰ شطاری نے اپنی تصنیف”گلزارِ ابرار“ میں تحریر کیا ہے۔اگر سُلطان المشائخ نے آپ کو دیو گیری بھیجا ہوتا تو امیر خوردضرور اس کاذکر کرتے۔ اس کے بر عکس حسن کے بیشتر تذکرہ نگار اس بات پر متفق الفظ ہیں کہ وہ پائے تخت کی تبدیلی کے وقت سلطان محمد تغلق کے حکم سے دیوگیری گئے۔

*امیر حسن سجزی ؒ کی تصانیف:۔

حسنؒ سجزیؒ دُنیائے ادب میں بہترین شاعر اور نثر نگار کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں مشہور و معروف تصنیفات

*فوائد الفواد:۔

http://www.ksijmr.com

* مخ المعانی

* دیوانِ حسنؒ

* قواعد النحو

*فوائد الفواد:۔

امیر حسن سجزیؒ دہلوی دولت آبادی کی مرتب کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ اہمیت اور مقبو لیت ”فوائد الفواد“ کو حاصل ہے اس کتاب کو حسن ہی کے زمانے میں بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوگئی تھی۔ اب جبکہ ۰۰۷ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکاہے۔ اس کی اہمیت اور مقبو لیت اسی طرح باقی ہے جس طرح اُس زمانے میں تھی۔

*زمانۂ ترتیب:۔

۷۰۷ ؁ھ م ۹۰۳۱ ؁ء میں امیر حسن سلطان المشائخ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوئے اور بہت ہی جلدمر یدانِ با اختصاص کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ اور یہ طئے کیا کہ شیخ کے ملفو ظات کو احاطۂ تحریر میں لانا چاہیے چنانچہ اس مبارک کام کی ابتداء ۳ شعبان ۷۰۷ ؁ھ م ۹۰۳۱ ؁ء کو ہوئی۔ اور اس سلسلے میں اس قدر التزام بر تا کہ جب بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس مجلس میں شیخ جوبھی گفتگو فر ماتے اسے بغور سنتے اورنقل کیاکرتے تھے پورے پندرہ سال یعنی شعبان۲۲۷ ؁ھ م ۲۲۳۱ ؁ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

* مخ المعانی:۔

یہ امیر حسن سجزیؒ کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اس کا ذکر ”فوائدالفواد“ میں ملتا ہے یہ رسالہ زبان فارسی میں راقم کے پاس موجود ہے۔ جو امیر حسن کی دوسری اہم نثری تصنیف ہے۔ جس میں لفظ عشق پر تصوف کے نقطہٗ نظر سے بحث کی گئی ہے۔

*دیوانِ حسن:۔

ایک ضخیم اشعار کا مجموعہ ہے جو ۳۲۶ صفحات پرمشتمل ہے۔ ان کی زباں میں سادگی کے ساتھ بلا کی شرینی بھری ہے۔محمد عبد الجبار خان مولف ”محبوب الزمن فی تذکرہ شعرائے دکن“میں تحریر کرتے ہیں کہ.......

آپ کی طبعیت میں سخن سنجی کی قوت خدا داد تھی آپ کا کلام تصوف و تجرید و وحدت”

الوجود اور دنیاوی اسباب کی بے ثباتی پر مشتمل ہے۔بزرگانِ صاحبدل آپ کے کلام

کے سننے سے وجد کرتے ہیں اور نیم بسمل کی طرح تڑپتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے بے

خبر مست ہوتے ہیں“۔

حسنؒ کا صنف غزل پر خاص احسان ہے۔ ان کے اشعار سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو سوز و گداز اور جذبہ و اثر ان کے کلام میں موجود ہے وہ اس دور کے کسی اور شاعر کے کلام میں ہو۔حسن صرف غزل گو شاعر ہی نہیں بلکہ انھوں نے تمام شعری اصناف پر طبع آزمائی کی ہیں جیسے رباعی‘ قصیدہ‘ مثنوی وغیرہ۔انھوں نے کئی مثنویاں بھی تحریر کی ہے جو دیوانِ حسن کی زینت بنی ہوئی ہے۔

*قواعد النحو:۔

عربی زبان میں امیر حسن سجزیؒ کی ایک مشہور کتاب ہے۔ انھیں زبانِ عربی میں بھی مہارت حاصل تھی اس لئے ان کے کلام میں عربی مصرعے اور بعض جگہ عربی اشعار بے تکلفی کے ساتھ نظم ہوئے ہیں۔ یہ امیر حسن سجزیؒ کی وہ تصنیفات ہیں جنھیں دُنیائے ادب میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔

*وفات:۔

صفر ۷۳۷؁ھ م ۰۳ جو لائی ۱۳۳۶؁ء دولت آباد جانے کے دس گیارہ سال کے بعد چمنستان ۹۲ شاعری کا یہ طوطی عالم خاکی سے ملک بقا کی طرف پر واز کر گیا۔نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کی وفات کے بارے میں اختلافات ہیں شیخ محمد اکرام،رونق علی صاحب،محمد علی مجدّدی نقشبندی نے اپنی تصنیفات میں ۷۳۸؁ھ تحریر کیا ہے۔ لیکن لچھمی نارائن شفیق نے ”گلِ رعنا“ میں عبد الرزّاق شاہ نواز خاں نے ”بہار ستان“ میں حسین قلی خان نے ”نشتر عشق“ میں اور مولانا عبد الحیی نے ”نزہت الخواطر“ میں سنِ وفات ۷۳۷؁ھ لکھا ہے یہی زیادہ مستند معلوم ہوتا ہے۔

*مزار مبارک:۔

نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کی مزار خُلد آباد میں ہے جو دولت آباد سے ۲۱ کلو میٹرکے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں متعدد جلیل القدر باد شاہوں کے مقبرے اور بزر گانِ دین کے کافی مزارات ہیں۔امیر حسن کا مزار العرفان ہائی اسکول کے قریب خلد آباد کی چہار دیواری کے باہر واقع ہے۔ احاطہ کی چار دیواری نہایت مستحکم پتھروں سے بنی ہے۔ جو دور سے نظر آتی ہے چہار دیواری کے در وازے پر ایک کتبہ ہے جس پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

“ اللّٰھمَّ صل علی محمد و علی آل محمدکتبہ محمد یحییٰ خادم تعمیر مزار”

چہار دیواری کے احاطہ کے اندر مسجد ہے۔ احاطہ کے وسط میں امیر حسن دہلوی کا مزار ہے مزار کے چاروں طرف سنگ مر مر کی ڈیڑھ دو فٹ اونچی جالی دار چار دیواری ہے۔ مزار کے سرہانے کتبہ بھی ہے۔ یہ کتبہ ۵۳.۰۳ سال سے زیادہ پرانہ نہیں معلوم ہوتا۔ کتبے کی عبارت یہ ہے۔

هوا لحیی القیوم

نجم الدین خواجہ امیر حسن دہلوی

بن علاء سجزی ؒ صاحب "فوائد الفواد"

ولادّت ۲۵۶ ؁ھ وفات ۸۳۷ ؁ھ مخدوم الاولیاء

المختصر حضرت خواجہ امیر حسن سجزیؒ بدایوں میں تولد ہوئے

بدایوں سے دہلی تشریف لائے اور محمد بن تغلق کے عہدِ حکومت میں پائے تخت کی منتقلی کے وقت دولت آباد تشریف لائے۔ آپ حضرت خواجہ امیر خسروؒ کے شفیق دوست تھے ان کی دوستی کے قصہ عوام و خواص کے زباں زد ہیں۔ آپ اپنے دور کے جید عالم، فاضل،ادیب اورنامور شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔انہیں زبان عربی، فارسی میں کافی عبور حاصل تھا۔ ان کی عربی و فارسی دانی کا ثبوت خود ان کی تصانیف ہیں۔ اسی لئے تو انہیں سعدیہ ہند کہا جاتا ہے۔

"حواشی"

۱) روضتہ الاولیاء　　　　　میر غلام علی آزاد بلگرامیؒ

"Knowledge Scholar"
An International Peer Reviewed Journal Of Multidisciplinary Research
Volume: 02, Issue: 01, Jan. – Feb. 2015 **eISSN NO. 2394-5362**

مولوی رونق علی صاحب روضتہ الاقطاب(۲

ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں (ترتیب و تدوین محمد شفیع انوارِ خلد (۳

(الدین صاحب لائبریرین

محمد علی خان مجددی نقشبندی القادری تذکرہئ اولیائے خلد آباد شریف(۴

ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی صاحب امیر حسن سجزیؒ حیات اور ادبی خدمات(۵

حافظ ناصر محمود صاحب حضرت رابعہ بصریؒ(۶

ابو نسر سراج کتاب اللمع (۷

کارل ڈبلیو ارنسٹ اٹارنل گارڈن (۸

امیر حسن سجزی ؒ مترجم حسن ثانی نظامی ؒ فوائد الفواد(۸

عبد الجبار خان ملکا پوری محبوب الزمن فی تذکرہ شعرائے دکن(۹

امیر حسن سجزیؒ مرتب مسعود حسن محوی دیوانِ حسن(۰۱

مولوی عبد الحق صاحب اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام(۱۱

محمد عبد الحیی صاحب گلستانِ خلد آباد(۲۱

جاوید امان صاحب تاریخ خلد آباد(۳۱

حضرت شیخ شہاب الدین مترجم شمس بریلوی صاحب عوارف المعارف (۴۱

وحیدہ نسیم صاحبہ	شاہانِ بے تاج(۵۱
مفتی شوکت علی فہمی	ہندوستان پر اسلامی حکومت(۶۱
ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب	دی قرانیک صوفیزم(۷۱
حضرت امیر خسروؒ	تاریخ علائی(۸۱

* تحریر:۔

ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں بنت مرزا صائب بیگ

پی۔ جی لیکچرر چشتیہ کالج آف آرٹس تعلقہ خلد آباد ضلع اورنگ آباد مہاراشٹر اسٹیٹ